مفتی محمد خان قادری

نظام عاقلہ اور دیت

اڑھائی تین سو سال سے امت مسلمہ جس سیاسی، مذہبی زوال کا شکار ہے اور اس کی وجہ سے اس اُمت کو جو اَن گنت نقصانات اٹھانے پڑ رہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آج امت مسلمہ اسلام اور شریعت کی بنیادی اصطلاحات سے واقف نہیں رہی جب بھی کوئی ایسی اصطلاح سامنے آتی ہے تو لاعلمی اور محدود مطالعے کی وجہ سے ذہن میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ دین دشمن سازشی حربے اس میں مزید رنگ بھر دیتے ہیں۔ اس کی مثال پچھلے دنوں اس وقت بھی سامنے آئی جب قصاص و دیت کا قانون ملک میں نافذ کیا گیا۔ پہلے تو لفظ عاقلہ اس سے عمداً یا نسیاناً حذف تھا جس کی وجہ سے پوری قوم کو پریشانی لاحق ہوئی اور مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ ابھی تو اسلام کے نفاذ کا پہلا قدم ہے آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد یہ بحث چلی کہ عاقلہ کیا ہے؟ کیا اس سے صرف قاتل کا خاندان ہی مراد ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور تنظیم بھی مراد لی جاسکتی ہے؟ اس لیے حکومت اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی اصطلاحات کے صحیح مفاہیم قوم تک پہنچانے کا کوئی بہتر نظام بنائیں۔ درج ذیل مضمون میں نظام عاقلہ کے ساتھ ساتھ ہم ان تنظیموں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جو رسول خدا ﷺ نے معاشرے کے خالص اسلامی اقدار میں ڈھالنے کے لیے قائم فرمائی تھیں۔

تنظیموں کے نام:

(i) عاقلہ	(ii) قسامہ
(iii) عقد موالاۃ	(iv) حلف
(v) ولاء	(vi) عد

ان میں سے نظام عاقلہ پر ہم آخر میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔

ا۔قسامہ

اگر کسی محلّہ، گاؤں میں کسی مقتول کی لاش پائی جاتی اور قاتل کا پتہ نہ چلتا تو مقتول کے ورثاء کی رائے کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کے پچاس افراد کو بلا کر حلفیہ بیان لیا جاتا کہ نہ ہم قاتل ہیں اور نہ ہی قاتل کو جانتے ہیں اس طریقہ سے اگر قاتل مل جاتا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ورنہ محلّہ یا گاؤں کے تمام لوگوں سے حصہ کے مطابق مقتول کی دیت (خون بہا) وصول کی جاتی۔ اس اجتماعی شکل میں جرمانے کو قسامت کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ قبل از اسلام بھی تھا۔ سنن نسائی میں **القسامه التی کانت فی الجاهلیه** کے تحت حضرت ابوطالب کے بارے میں منقول ہے کہ بنی ہاشم کے مقتول کا فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے قاتل سے فرمایا۔

> **ان شت یحلف خمسون من قومک انک لم تقتله** (نسائی،۲۔۲۳۴)
>
> تیری قوم کے پچاس آدمی حلف دے دیں کہ تو نے قتل نہیں کیا (تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے)

چناں چہ رسالت مآب ﷺ نے اسی ضابطہ کو برقرار رکھا۔ مسلم شریف میں حضرت سلیمان ابن یسارؓ سے منقول ہے:

> **فاقرها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی ماکانت علیه فی الجاهلیه وقضی بها بین اناس من الانصار فی قتیل ادعوه علی یهود خیبر** (المسلم،۲۔۵۷)
>
> رسول اللہ ﷺ نے "قسامت" کو اسی طرح برقرار رکھا جس طرح زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔ چنانچہ جب انصار نے ایک مقتول کے بارے میں یہود کے خلاف دعویٰ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

امام سرخسی "قسامت" کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" کہ اس طریقے سے قاتل کا پتہ چلنے کا امکان ہوتا ہے۔ اہل محلّہ وشہر حفاظت کے معاملے میں اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس بھی کریں گے گویا جب بھی کوئی ایسا حادثہ پیش آتا ہے تو اس میں لوگوں کی سستی وکاہلی کا دخل ہوتا ہے۔" (المبسوط ۲۶۔۱۰۸)

۲۔عقد موالات

ہر وہ معاہدہ جو دو اشخاص آپس میں کریں کہ خطرات و حادثات کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کی وراثت کے مستحق ہوں گے۔ ایسے معاہدہ کو ''عقد موالاۃ'' کہا جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں رسالت مآب ﷺ نے اسے نومسلموں میں رائج فرمایا یعنی جو شخص جس مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا وہ ایک دوسرے کی زندگی و موت میں ''عقد موالاۃ'' کے ذریعے مددگار رہوتا۔

حضرت تمیم داریؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے پوچھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

> **هو اولی الناس لحیاه و مماته واید هذا قوله تعالیٰ والذین عقدت ایمانکم فاتوهم نصیبهم** (المبسوط۔۸،۹۱)
>
> وہی زندگی و موت میں اس کا مددگار ہے۔ پھر آپؐ نے قرآن کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی **والذین عقدت... الایه** (اور جن لوگوں سے تمھارا معاہدہ ہوا ہے ان کو ان کا حصہ دو)

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ عقد موالات میں اسلام کی شرط نہیں کوئی بھی دو اشخاص کر سکتے تھے۔ ہاں یہ ایک نومسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی وقتی صورت تھی اس لیے امام سرخسی تصریح کرتے ہیں:

> **والاسلام علی یدیه لیس بشرط لعقد الموالات و انما ذکره علی سبیل العادة** (المبسوط)
>
> عقد موالات میں کسی کے ہاتھ پر اسلام شرط نہیں۔ حدیث میں اس کا ذکر بطور عادت وحسب حال ہے۔

بعض علماء نے مسئولیاتی بیمہ کو اسی عقد پر قیاس کرتے ہوئے اس کے جواز کا قول کیا ہے۔ شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا رقم طراز ہیں:

جس طرح ''عقد موالاۃ'' میں باہمی معاہدہ کے ذریعہ ایک شخص دوسرے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے اور دوسرے شخص کی وفات کے بعد اپنے مال میں اس کو قائم مقام بناتا ہے اس طرح مسئولیاتی بیمہ میں ایک شخص معاہدہ کے ذریعے معینہ رقم کمپنی کو ادا کرتا ہے اور کمپنی قائم مقام بن کر بچوں کی تعلیم و شادی کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ (عقد التامین ۵۲)

۳۔ حلف

اس کی شکل بھی وہی ہے جو عقد موالاۃ کی ہے۔ معاہدہ کرنے والے فریقین کو ایک دوسرے کا حلیف کہتے ہیں۔

۴۔ ولاء

جو قبیلہ کسی غلام کو آزاد کرتا وہی قبیلہ حادثات وخطرات میں اس کی مدد کرتا۔ اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

مولی القوم منھم (ہدایہ۔ کتاب المعاقل)

کسی بھی قوم کا آزاد شدہ غلام اسی قوم سے سمجھا جائے گا۔

۵۔ عد

اس کا معنی کسی گروہ میں شامل ہونے کے ہوتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں مختلف قسم کے گروہ تھے جن میں شامل ہونے کے بعد حادثات وخطرات میں مدد کی ذمہ داری لی جاتی تھی۔

وقد کانت النصرۃ بانواع بالقرابہ والحلف والولاء والعد

کسی کی مدد کے چند ذریعے تھے قرابت، حلف، ولا اور عد۔

۶۔ عاقلہ

یہ قبائلی نظام میں ایک تنظیم تھی جس میں خاندان وقبیلہ کے لوگ باہم مل کر حادثات و خطرات کی تلافی کے لیے مشترکہ فنڈ قائم کرتے تھے۔ اس فنڈ کے مصارف میں سے دیگر نقصانات کی تلافی کے علاوہ دیت (خون بہا) بھی تھا۔

دیت کا دوسرا نام عقل بھی ہے چوں کہ اس فنڈ میں سے نمایاں حصہ دیت کے لیے ہوتا تھا اس لیے اس فنڈ اور تنظیم کا نام بھی عاقلہ مشہور ہوگیا۔

صاحب ہدایہ اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

العاقله الذين يعقلون يعني يو دو ن العقل وهو الديه (ہدایہ۔ کتاب المعاقل)

عاقلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو عقل ادا کرتے ہیں اور عقل دیت ہی کا دوسرا نام ہے۔

السید سابق عاقلہ کی تشریح اور اس کی شرائط پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **العاقله هي الجماعه الذين يعقلون العقل وهي الديه و هم عصبه الرجل اى قرابته الذكور البالغون من قبل الاب الموسرون العقلاء لا يدخل فى العاقله انثى ولا فقير ولا صغير لان معنى هذا الامر على النصرة و هولاء يسر امن اهلما.** (فقہ السنۃ: ۲۔۵۵۶)
>
> عاقلہ وہ تنظیم ہے جو عقل یعنی دیت ادا کرے۔ اس میں قاتل کے باپ کی طرف سے مذکر اور امیر رشتہ دار شامل ہوں گے۔ اس تنظیم میں کوئی عورت، غریب رشتہ دار اور نابالغ بچے شامل نہیں ہوں گے کیوں کہ عاقلہ کی بنیاد تعاون پر ہے اور یہ لوگ اس سے قاصر ہوتے ہیں۔

اس گفتگو سے واضح ہو رہا ہے کہ عاقلہ میں قاتل کا ہر رشتہ دار شامل نہیں ہوتا بلکہ وہی لوگ شامل ہوں گے جو امیر اور بالغ ہوں۔ خواتین، غریب اور نابالغ رشتہ دار شامل نہیں ہوتے۔ یعنی ان پر دیت کا لزوم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے شامل ہونا چاہیں تو منع نہیں۔

اور دوسری بات جس پر اس عبارت سے روشنی پڑ رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس تنظیم کے قیام کا مقصد باہمی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و مدد ہے۔ اسی لیے ''فتاویٰ عالمگیری'' میں اس کے قیام کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

ان العبرة فى هذا التناصر و قيام البعض (عالمگیری: ۶۔۸۳)

اس کا مقصد ایک دوسرے کی مدد اور بے سہارا لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا تھا۔

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

نظام عاقلہ اور خاندان

رسالت مآب ﷺ کی ظاہری حیات میں جب بھی کوئی اس طرح کا کیس آتا تو آپؐ قاتل کے خاندان کے ذریعے اس مقتول کی دیت کی ادائیگی کا انتظام فرما دیتے۔

بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ قبیلہ ھذیل کی ایک خاتون نے دوسری خاتون کو خطاءً قتل کر دیا۔ مقدمہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا۔

قضی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه و آله وسلم بدیة المراة علی عاقلتها

آپؐ نے مقتولہ خاتون کی دیت اس قاتلہ کے خاندان پر لازم فرمائی۔

نظام عاقلہ اور اہل دیوان

آپؐ کی ظاہری حیات میں یہ نظام صرف خاندان تک ہی محدود تھا۔ مگر سیدنا فاروق اعظمؓ نے اس میں وسعت پیدا کی کیوں کہ آپ سمجھتے تھے کہ اس تنظیم کا مقصد نقصان کی تلافی ہے اور وہ جس طریقہ سے بھی کر دی جائے درست ہوگی اور نہ ہی آقائے دو جہاں ﷺ نے اس وسعت سے منع فرمایا تھا۔ السید سابق رقم طراز ہیں:

کانت العاقله فی زمن النبی ﷺ قبیله الجانی و بقیت حتی جاء عهد عمرؓ فلما نظم الجیوش و دون الدواوین جعل العاقله هم اهل الدیوان (فقہ السنہ:۲۔۵۵۷)

آپؐ کی ظاہری حیات تک عاقلہ قاتل کا خاندان ہی تھا مگر جب فاروق اعظمؓ نے دفاتر کا نظام منظم فرمایا تو آپؓ نے اہل دیوان کو مقتول کی تلافی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

اور اہل دیوان بھی بیک مرتبہ دیت کی ادائیگی کے پابند نہ تھے بلکہ تین سال تک ان کی تنخواہ اور وظیفہ سے یہ وصول کی جاتی تھی تاکہ ان پر بھی بوجھ نہ ہو۔

امام شامی، فاروقی دور کے اس نظام کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

العاقله اهل الدیوان ان کان القاتل فی اهل الدیوان یوخذ من

☆ بیع ملامسہ: بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں نے تجھے یا تیرے کپڑے کو چھو لیا تو ہمارے درمیان بیع ہوگی ☆

عطایا هم فی ثلث سنین (فتاویٰ شامی۔ کتاب الدیت)

اگر قاتل اہل دیوان میں سے ہوتا تو عاقلہ اہل دیوان ہی ہوتے اور یہ تین سال تک ان کی تنخواہ اور وظیفے سے وصول کی جاتی۔

یعنی فاروق اعظمؓ نے ہر محکمہ ہی میں ایک ایسا فنڈ قائم کر دیا تھا (جسے آج یونین، انجمن کا نام دیا جاتا ہے) جس میں اس محکمہ کے تمام ملازمین باہمی تعاون و ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے رقوم جمع کرواتے تا کہ کسی بھی حادثے کے رونما ہونے پر فنڈ سے اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

یاد رہے کہ فاروق اعظمؓ کے دور اقدس میں ہر شخص کا نام رجسٹر میں درج تھا۔ اس بناء پر ہر شخص اہل دیوان میں سے تھا ہاں اگر کسی شخص کا نام رجسٹر میں درج نہ ہوتا تو پھر بھی حکومت اس کی مدد کرتی۔

متی لم یکن للمسلم دیوان بان کان لقیطا جماعة المسلمین اهل نصرته (حاشیہ ہدایہ کتاب المعاقل)

اگر کسی مسلمان کا نام دفتر میں درج نہ ہوتا مثلاً کوئی بچہ کسی جگہ پڑا ہوا ملا تو ایسی صورت میں بھی حکومت اس کی مدد کرتی۔

فاروق اعظمؓ نے یہ تبدیلی آپؐ کے منشاء ہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی سابقہ گفتگو میں گزر چکا ہے کہ چونکہ اس تنظیم کا مقصد قاتل یا اس کے خاندان کو تنگ کرنا نہیں بلکہ نقصان کی تلافی مقصود ہے خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔ اس روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے فاروق اعظمؓ نے اس نظام میں جو تبدیلی فرمائی وہ عین منشاء اسلام تھی۔

امام سرخسی اس تبدیلی کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان قیل کیف یظن بالصحابة الاجتماع علی خلاف ما قضی به رسول الله ﷺ

کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے فیصلوں کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے:

هذا اجتماع علی وفاق ما قضی به رسول الله ﷺ قضی به علی

العشیرة باعتبار النصرة وکانت قوة المرء یومذبعشر ته ثم لمادون عمرؓ الدواوین صارت القوة والنصرة للدیوان فقد کان المرء یقاتل قبیله عن دیوانه.

صحابہ کا یہ فیصلہ مخالفت نہیں بلکہ آپؐ کی منشاء کے مطابق ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ نے باہمی تعاون کے پیش نظر ہی خاندان پر ذمہ داری اس لیے ڈالی تھی کہ کوئی دوسری صورت ازالے کی ممکن نہ تھی مگر جب دفتری نظام منظم ہوگیا تو اب اس نقصان کے ازالے اور باہمی تعاون پر بہتر صورت سامنے آئی تو اس پر عمل کرلیا گیا گویا اب اہل دیوان کو اس کا قبیلہ قرار دیا گیا۔

الغرض خطرات و حادثات میں کفایت، تعاون اور نقصان کی تلافی کے لیے مختلف صورتوں میں چھوٹی بڑی متعدد تنظیمیں تھیں جن میں شہری و دیہاتی مسلم و غیر مسلم سب برابر تھے پھر جب خلفائے راشدین کے دور میں نظام دفاتر خوب منظم ہوگیا تو اس نظام کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی۔ اب نسب، ولاء اور عدو غیرہ سے مدد لینے کی بجائے ان تمام معاملات کو نظام دفاتر سے متعلق کردیا گیا تمام عالم اسلام نے اس اقدام کو سراہا۔

ان الاستنصار بالدیوان اظهر فلا یظهر معه حکم النصرة بالقرابه والنسب والولاء.

دیوان کے ذریعے مدد کا حصول بہت ہی بہتر ہے۔ اب اس کی موجودگی میں قرابت، نسب، ولا کو بروئے کار لانا مناسب نہیں۔

گویا آج سے ہزاروں سال پہلے عاقلہ کو ہر دور میں صرف خاندان تک ہی محدود کرنا مناسب نہ سمجھا گیا تو آج اس پر اصرار ہرگز درست نہیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ مقتول کے قتل کی تلافی کا سوچا جائے خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے ہو، آج کے دور میں بھی ہر محکمہ کی یونین وغیرہ اس ذمہ داری کو احسن انداز میں نبھاسکتی ہے اور اگر کوئی محکمہ کمزور ہے تو بیت المال سے بھی تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆درء المفاسد اولی من جلب المصالح☆

دیت کا فلسفہ

نظام عاقلہ کو سمجھنے کے بعد دیت کا فلسفہ ومفہوم بھی واضح کرنا ضروری ہے۔اصطلاح شرع میں غلطی سے ہونے والے مقتول کے خون کا معاوضہ اس کے ورثا کو ادا کرنا ''دیت'' کہلاتا ہے۔اس کی ادائیگی کا حکم خود ربّ العزت نے دیا ہے۔ارشاد فرمایا:

ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة و دیة مسلمة الیٰ اهله الا ان یصدقوا.

وہ شخص جو کسی مسلمان کو خطا سے قتل کر دیتا ہے (تو اس کے عوض) غلام کی آزادی اور مسلمہ خون بہا اس کے ورثاء کو دینا ضروری ہے، ہاں اگر وہ معاف کردیں۔(تو معاف ہے)

اب ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ قاتل کا اس میں کیا قصور ہے،اس نے قتل کا ارادہ بھی نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ قاتل کو آخرت میں گرفت نہیں ہوگی اور نہ ہی گنہگار ہے لیکن معاملہ تو مقتول کے ورثاء کا ہوتا ہے اگر ان کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا جائے تو معاشرے کا نظام تباہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر اس معاملہ کا کوئی نوٹس بھی نہ لیا جائے تو قتل خطاء کا دروازہ کھل جائے گا بلکہ ہر قاتل اپنے قتل کو قتل خطاء کا رنگ دینے کی ہی کوشش کرے گا اس لیے اسلام نے قاتل کو بے گناہ تصور کرتے ہوئے نظامِ دیت نافذ کیا تاکہ انسان کی قدر و قیمت بھی قائم رہے اور اس کے ورثاء بھی بے سہارا نہ ہوں۔اس تصور پر علماء اسلام کی درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

السید سابق نظام دیت کی حکمتوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذه العقوبة المالية انما اوجبها الاسلام فی القتل الخطاء احتراما للنفس حتی لا یتسرب الی ذهن احدهوانها و لیحتاط الناس فیما یتصل بالنفوس والدماء ولیسد الذرائع حتی لا یقتل احدا حداً ویزعم ان القتل خطا (فقہ السنہ:۲۔۵۱۲)

قتل خطا پر مالی سزا اسلام نے احترام نفس کی خاطر لازم کر رکھی ہے تاکہ کسی

نفس کو حقیر نہ سمجھا جائے۔ لوگ قتل و خونریزی سے پرہیز کریں اور قتل خطا کو کوئی قتل عمد کا ذریعہ نہ بنا سکے۔

امام سرخسی خاطی کو معذور اور احترام نفس پر رقم طراز ہیں:

الخاطی معذور فلتعذر ایجاب المثل علیه ونفس المقتول محرمه لا یسقط جزء منها بعذر الخاطی فوجب صیانتها عن الهدر فا وجب الشرع المال فی حالة الخطاء لصیانته النفس عن الاهدار. (المبسوط: ۲۷۔۶۳)

قتل خطا کرنے والا شخص معذور ہے مگر نفس محترم کا عوض کسی بھی عذر کی بناء پر ساقط نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اس نہایت اہم و قابل قدر چیز کے ضیاع کی وجہ سے شریعت نے خطا کی صورت میں بھی دیت کو نافذ رکھا ہے۔

میر سیّد شریف فرماتے ہیں:

اما وجوب الدیة لیس بکونه قاتلا حقیقة بل لئلایبطل دم المقتول بلا بدل

وجوب دیت قاتل پر اس لیے نہیں کہ وہ قاتل ہے بلکہ اس لیے ہے تا کہ مقتول کا خون بالا معاوضہ نہ رہے۔

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دیت کا وجوب و ثبوت قاتل خاطی پر اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ مجرم ہے بلکہ انسانی جان و نفس کے احترام اور اس کے تحفظ اور معاشرے کو قتل و خون سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے جو ہر انسان کی فطری ضرورت ہے۔

☆ بیع سوم علی سوم وغیرہ: دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔ (یہ نا جائز ہے) ☆☆